عباد اللہ فاروقی

حضرت مخدوم صابر کلیری رح

حضرت مخدوم صابرؒ کے حالاتِ زندگی سپردِ قلم کرنے سے پہلے اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ آپ کی سوانح عمری آج تک نہیں لکھی گئی۔ تاریخ بھی ان کے بارے میں ساکت ہی ہے۔ جو حالات ہم تک پہنچے ہیں وہ چند تذکروں سے۔

مخدوم صاحب کے قریب العہد اولین تذکرہ "سیر الاولیاء" ہے جو "میر خورد" کی تصنیف ہے اور یہ عہد تغلق کی یادگار ہے۔ اس کتاب میں حضرت مخدوم صابرؒ کا نام علی صابر اور شیخ صابر تحریر ہے۔[1]

---

[1] سیر الاولیاء کی عبارت یہ ہے :- "درویشے بود بزرگ صاحب نعمت کہ او را شیخ علی صابر گفتندے و درویشے قدمے ثابت و نفسے گیرا داشت، و ساکن قصبہ ڈینگری بودے پیوندے بخدمت شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین داشت او را حضرت شیخ شیوخ العالم اجازت بیعت بود الغرض در آنچہ بعضے یارانِ بزرگ کہ بدولتِ خلافت شیخ شیوخ العالم مشرف شدہ بودند ہر یکے را وداع مے شد و وصیتے مخصوص مے گردانید و نفسے ہمراہ او مے کرد دریں میان شیخ علی صابر عرض داشت کرد کہ در باب بندہ چہ فرمان میشود شیخ شیوخ العالم در باب او فرمود کہ

"اے صابر برو بہو کہا خواہی کرد" یعنی ترا عیش خوش خواہد گزشت۔

الغرض تا آخر عمر شیخ علی صابر را عیشے خوش گزاشت۔ و او مردے خوش باش و کشادہ ابرو بود۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی والدہ ماجدہ کو خواب میں ان کا نام علی تجویز کیا تھا۔ وحید مسعود لکھتے ہیں :

"نام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قبل ولادت حضرت کی والدہ ماجدہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خواب میں بتایا تھا کہ بچہ کا نام علی رکھنا۔ پھر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ مولود کا نام احمد رکھا جائے بعد پیدائش کسی عالی مرتبت بزرگ نے وقت تسمیہ علاء الدین سے موسوم کیا تھا۔ اور حالات وکیفیات کے مدنظر حضرت بابا صاحب قدس سرہ العزیز نے آخر میں صابر کا لقب مرحمت فرمایا تھا۔ اس جملہ اسماء کی ترکیب سے ایک اسم بنا لیا گیا اور اسی سے وہ مشہور ہوئے۔" ۵۱

چنانچہ آپ کا پورا نام "مخدوم علاء الدین علی احمد صابر" قرار پایا۔

سوال پیدا ہوتا ہے وہ کیا اسباب تھے جن کی بناء پر مؤرخین کو ان کے حالات وکیفیات تک رسائی نہ ہوسکی اور ان کی وفات سے تقریباً چار سو برس تک ان کے حالات زندگی ضبط تحریر میں نہ آسکے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے جناب وحید مسعود لکھتے ہیں :

"چونکہ فنافی الذات تھے لہذا محویت کی وجہ سے ان پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ ان کے الگ تھلگ رہنے کے سبب سے ساتھ والوں نے انھیں قابل تذکرہ نہیں سمجھا۔" ۵۲

فوائد الفواد ان کے بارے میں قطعی خاموش ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات میں حضرت مخدومؒ کا تذکرہ نہ ہونے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ سلطان المشائخ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے یہاں ۶۵۵ھ میں پہنچے تھے اور حضرت مخدوم وہاں سے ۶۴۶ھ میں کلیر جا چکے تھے اس طرح دونوں حضرات کی ملاقات نہ ہوسکی۔ ایسی حالت میں حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات میں حضرت کا ذکر نہ ہونا حیرت کی بات نہیں۔

---

۵۱ "جمال صابر کلیریؒ" مرتبہ وحید احمد مسعود، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں صفحہ ۶-۷۔
۵۲ " " " " " " " " " " " " " " صفحہ ۵

سلسلہ صابریہ کی سب سے پہلے اشاعت کرنے والے عہد ہمایوں میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ہیں لیکن حیرانگی یہ ہے کہ اسی زمانہ میں مولانا جمالی سہروردی نے اپنی مشہور کتاب سیر العارفین شائع کی مگر اس میں حضرت صابر کلیریؒ کا نام تک نہیں ملتا۔ اس کے بعد عہد اکبری میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار تصنیف کی اور اس میں حیرت کا اظہار کیا کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا سلسلہ حضرت مخدوم صابرؒ پر منتہی ہوتا ہے ان کا مزار کلیر میں ہے اور وہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے بھانجے، داماد اور خلیفہ تھے۔ اس کے بعد وہ "سیر الاولیاء" کی روایت کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ شیخ صابر "علی صابرؒ" کے علاوہ کوئی اور ہوں گے پھر قیاس کرتے ہیں کہ

"تواند کہ مراد از شیخ صابر ہمیں علی صابر باشد"

"اخبار الاخیار" کی یہ عبارت ملاحظہ ہو :-

"در سیر الاولیاء می نویسد کہ درویشے بود ثابت قدم و صاحب نعمت مرید شیخ فریدالدین است و شیخ فریدالدین وقتے کہ باُو اجازتِ بیعت می کرد فرمود صابر زندگانی خوش خواہی گزرانید۔ و ہمچناں بود۔ تازندہ بود بہ عیش خوش می گزرانید۔ و او مردے خوش باش وکشادہ ابرو بود وغالباً ایں شیخ صابر غیر شیخ علی صابر است کہ داماد شیخ فریدالدین وخلیفہ او بود وقبراو درقصبۂ کلیر است وسلسلہ شیخ عبدالقدوس وغیرہ بوے منتہی می شود۔ ذکراو در سیر الاولیاء اصلا نہ کردہ وآنچہ کردہ ہمیں شیخ صابر را ذکر کردہ براں نہجی کہ درعنوان مذکور شد وترک ذکراو خالی از غرابت نیست وتواند کہ مراد از شیخ صابر ہمیں شیخ علی صابر باشد واللہ اعلم"۔ ۵۱

حضرت مخدوم صابرؒ تو غلبۂ حال کی وجہ سے خاموش رہتے لیکن صاحب سیر الاولیاء نے انھیں مرد خوش باش وکشادہ ابرو لکھ کر شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ اور یہ بات خصوصیت سے

---

۵۱ اخبار الاخیار صفحہ ۶۹

قابلِ ذکر ہے کہ حضرت مخدوم صابر کے شیخ شیوخ العالم کے بھانجے اور داماد ہونے کا ذکر سیر الاولیاء میں کہیں موجود نہیں۔

عہدِ شاہجہانی میں شاہزادہ داراشکوہ نے بھی مخدوم صابرؒ کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ شہزادہ داراشکوہ کا اس بارے میں سکوت اختیار کرنا معنی خیز ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ داراشکوہ سلسلہ صابریہ کے مشہور خلیفہ محب اللہ الہ آبادی سے وابستہ رہا ہے اور ان کی بے حد تعظیم کیا کرتا تھا۔[۵۱]

تاہم اس دور میں تقریباً چار سو سال بعد بعض تذکرہ نگاروں نے ان کے حالات بڑی شرح و بسط سے بیان کیے ہیں۔ ان تذکروں میں سند و مآخذ کا ذکر تک نہیں ہے۔ ان کے نام یہ ہیں :-

سیر الاقطاب، مرآۃ الاسرار اور خزینۃ الاصفیاء -

سیر الاقطاب میں حضرت مخدوم صابرؒ کا حلیہ بھی لکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ صدیاں گزر جانے کے بعد اس کتاب کے مصنف کو آپ کا حلیہ کیسے معلوم ہو گیا۔ اس کتاب میں آپ کی جو تصویر کھینچی گئی ہے، وہ یہ ہے :-

"میانہ قد، نحیف بدن، کان بڑے، پیشانی بلند، ابرو کشادہ، محاسن مبارک، باریک و نرم خرقہ اور تہمد گل ارمنی سے رنگا ہوا، سر پر کلاہ یا عمامہ اور پائے مبارک برہنہ"

حضرت مخدومؒ کے نسب کے متعلق راوی مختلف البیان ہیں۔ کسی نے ہندوستانی[۵۲] لکھا ہے، کسی نے اسرائیلی[۵۳] قرار دیا ہے اور کسی نے سید[۵۴] بتایا ہے۔ آپ کے حسنی یا حسینی ہونے اور مقام ولادت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ ہندوستانی کہنے والے قصبہ ڈینگری ضلع حصار کا باشندہ بتاتے ہیں۔ اسرائیلی کہنے والوں کے نزدیک آپ کی گنجہ میں ولادت ہوئی تھی۔

---

۵۱ ملاحظہ ہو تاریخ مشائخ چشت مؤلفہ خلیق احمد نظامی صفحہ ۲۳۵۔

۵۲ اسرار الاولیاء ۵۳ سیر الاولیاء و مراۃ الاسرار ۵۴ کشفی تذکرے گلزار صابری وغیرہ

ملا وجیہ الدین نے آپ کو حسینی ثابت کیا ہے[۱] اور مقام پیدائش ہرات لکھا ہے بقول ان کے حضرت کے والد سید عبداللہ سید فتح اللہ کے صاحبزادے تھے اور حضرت امام جعفر صادق کی اولاد سے تھے۔

تفصیل یوں لکھی ہے کہ بنی عباس کے مظالم سے بیزار ہوکر سید فتح اللہ بغداد سے ہرات آکر بس گئے تھے پھر عہد خلجی میں سید عبداللہ بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت بابا صاحب نے اپنی ہمشیرہ بی بی ہاجرہ سے ان کی شادی کردی تھی۔ دوسرے تذکروں کا بیان ہے کہ بی بی ہاجرہ کی شادی شیخ عبدالرحیم سے ہوئی تھی جو شیخ عبدالوہاب کے صاحبزادے اور حضرت غوث اعظمؒ کے پوتے تھے۔ شیخ عبدالرحیم حالتِ جذب میں بغداد سے ہرات آگئے تھے اور کھوتوال (ملتان) میں شادی کرکے پھر ہرات چلے گئے تھے۔

خلافت

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے حضرت مخدوم صابرؒ کو خلافت عطا فرمائی اور ولایت سپرد کی۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں کی ولایت تفویض کی گئی تھی، کہتے ہیں کہ دہلی کی ولایت دی گئی تھی مگر حضرت جمال الدین ہانسوی نے سند چاک کردینے کے بعد یہ مسترد کردی تھی کہ دہلی ان کے جلال کی متحمل نہ ہوسکے گی۔ صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں:

> شیخ شیوخ العالم شخصے را خلافت نامہ دادہ بود او را فرمود کہ چوں در ہانسی برسی جمال ما را بنمائی چوں آں شخص در ہانسی آمد وخلافت نامہ کہ از شیخ شیوخ العالم یافتہ بود بخدمت شیخ جمال الملة والدین بنمود۔ شیخ جمال الدین آں خلافت نامہ را پارہ پارہ کرد فرمود تو شایان خلافت نہ مانا کہ آں شخص با تماس مزاحمت از شیخ الشیوخ العالم خلافت نامہ یافتہ بود۔ الغرض آں شخص از ہانسی در اجودھن باز آمد وخلافت نامہ کہ شیخ جمال الدین پارہ پارہ کردہ بود بخدمت شیخ الشیوخ

---

[۱] رسالہ انساب مصنفہ مولانا وجیہ الدین

ملّا وجیہ الدین نے آپ کو حسینی ثابت کیا ہے[۱] اور مقام پیدائش ہرات لکھا ہے بقول ان کے حضرت کے والد سید عبداللہ سید فتح اللہ کے صاحبزادے تھے اور حضرت امام جعفر صادق کی اولاد سے تھے۔

تفصیل یوں لکھی ہے کہ بنی عباس کے مظالم سے بیزار ہوکر سید فتح اللہ بغداد سے ہرات آکر بس گئے تھے پھر عہد خلجی میں سید عبداللہ بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت بابا صاحب نے اپنی ہمشیرہ بی بی ہاجرہ سے ان کی شادی کردی تھی۔ دوسرے تذکروں کا بیان ہے کہ بی بی ہاجرہ کی شادی شیخ عبدالرحیم سے ہوئی تھی جو شیخ عبدالوہاب کے صاحبزادے اور حضرت غوث اعظمؒ کے پوتے تھے۔ شیخ عبدالرحیم حالتِ جذب میں بغداد سے ہرات آگئے تھے اور کھوتوال (ملتان) میں شادی کرکے پھر ہرات چلے گئے تھے۔

خلافت

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے حضرت مخدوم صابرؒ کو خلافت عطا فرمائی اور ولایت سپرد کی۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں کی ولایت تفویض کی گئی تھی، کہتے ہیں کہ دہلی کی ولایت دی گئی تھی مگر حضرت جمال الدین ہانسوی نے سند چاک کردینے کے بعد یہ مسترد کردی تھی کہ دہلی ان کے جلال کی متحمل نہ ہوسکے گی۔ صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں:

> شیخ شیوخ العالم شخصے را خلافت نامہ دادہ بود او را فرمود کہ چوں در ہانسی برسی جمال مارا بنمائی چوں آں شخص در ہانسی آمد وخلافت نامہ کہ از شیخ شیوخ العالم یافتہ بود بخدمت شیخ جمال الملة والدین بنمود۔ شیخ جمال الدین آں خلافت نامہ را پارہ پارہ کرد فرمود تو شایان خلافت نہ ماناکہ ایں شخص بالتماس و مزاحمت از شیخ الشیوخ العالم خلافت نامہ یافتہ بود۔ الغرض آں شخص از ہانسی در اجودھن باز آمد وخلافت نامہ کہ شیخ جمال الدین پارہ پارہ کردہ بود بخدمت شیخ الشیوخ

---

[۱] رسالہ انساب مصنفہ مولانا وجیہ الدین

غالم آورد۔ فرمود کہ پارہ پارہ کردۂ جمال را نتوانیم دوخت۔"

حضرت بابا صاحب کا اپنے بھانجے اور داماد کے بارے میں یہ کہنا کہ "پارہ پارہ کردۂ جمال را نتوانیم دوخت" اگرچہ قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ تاہم شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مندرجۂ ذیل عبارت سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید ایسی بات ہوئی ہوگی۔ فرماتے ہیں:

"ہر کہ را شیخ خلافت دادے بروے فرستادے۔ اگر او قبول کردے خلافت او درست شدے واگر رد کردے باز شیخ او را قبول نہ کردے و فرمودے پارہ کردۂ جمال را فرید نتواند دوخت۔" ۵۱

یہ بھی مشہور ہے کہ جب شیخ جمال نے ناراض ہو کر خلافت نامہ چاک کر دیا تو مخدوم صاحبؒ نے جواباً فرمایا تھا کہ میں نے تیرا سلسلہ ہی چاک کر دیا ہے۔

یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ کی سند ولایت چاک کر دی گئی لیکن پھر بھی ان کا تقرر کلیر میں کر دیا گیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مذکورہ بالا بیان کے بموجب انھیں کلیر کی ولایت کا ملنا محلِ نظر ہے۔ تاہم حضرت خواجہ معصومؒ کے مندرجۂ ذیل بیان سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

"واضح ہو کہ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ سے دو سلسلے ہیں جو بواسطہ حضرت مخدوم علی صابر قدس سرہ ہے اس کو صابریہ کہتے ہیں اور جو بواسطہ حضرت نظام الدین اولیاء ہے اس کو نظامیہ کہتے ہیں۔" ۵۲

کہا جاتا ہے کہ شیخ علی صابرؒ کے واحد مرید اور خلیفہ شیخ شمس الدین ترک تھے لیکن کتب تواریخ سے اس کی بھی تائید نہیں ہوتی۔ شیخ شمس الدین ترک ۷۰۰ھ میں وارد ہند ہوئے۔ جب کہ حضرت صابرؒ بقول مفتی غلام سرور صاحب خزینۃ الاصفیاء ۶۷۹ھ کو وصال فرما چکے تھے۔

ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ شمس الدین چار سو حدیث کی کتابیں لے کر بغداد سے ملتان میں ہندوستان کو مستفیض کرنے کے لیے تشریف لائے تھے اور وہیں سلسلہ سہروردیہ میں مرید

---

۵۱ اخبار الاخیار صفحہ ۶۸ ۵۲ سبع اسرار فی مدارج الاخبار صفحہ ۸۹

ہوئے تھے۔ جب انھوں نے یہ سنا کہ سلطان علاؤ الدین خلجی نماز اور جماعت جمعہ سے بے نیاز ہے تو اتنے بیزار ہوئے کہ بے نیل مرام ہندوستان سے مع چارسو کتب حدیث واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ ۷۰۰ھ کا بتایا جاتا ہے جب کہ حضرت مخدوم صابر کا وصال بمقام پانی پت ۶۹۰ھ یا ۶۷۹ھ میں ہوا۔ لہذا شمس الدین بغدادی ثم ملتانی کے حالات ان پر منطبق نہیں کیے جاسکتے۔ ضیاء الدین برنی کا بیان حسب ذیل ہے:

"محدثے بے نظیر عالم کہ او را مولانا شمس الدین ترک می گفتند در ملتان چہار صد کتاب حدیث برابر آوردہ بود چوں شنید کہ سلطان علاء الدین نماز نمے گزارد و در جمعہ نمی آید پیشتر نیامد و مرید شیخ شمس الدین فضل لپسر شیخ الاسلام صدرالدین شد"۔ ۵۱

برنی کے اس بیان کے خلاف مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس فرضی شمس الدین ملتانی کا مضحکہ بھی اڑایا ہے۔ ۵۲

صابریہ سلسلہ کے لوگ بھی اس تاریخ فیروز شاہی کی روایت کو نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ شیخ شمس الدین ترک مخدوم صاحبؒ کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ شیخ ترک علاء الدین خلجی کی فوج میں ملازم تھے اور مخدوم صاحبؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ جس روز تمہاری دعا سے قلعہ فتح ہوگا اسی روز ہمارا وصال ہوگا۔ علاؤ الدین خلجی نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کیا جو کئی مہینے جاری رہا اور بادشاہ ناامید ہو چکا تھا کہ شیخ ترک کی دعا سے وہ قلعہ فتح ہوگیا۔ شیخ ترک کو وصیت یاد آئی اور فوراً اکلیر پہنچ کر تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔

یہ بیان حقیقت سے بہت دور ہے۔ سیر الاولیاء کی بعض روایات کو حضرت مخدوم صاحب پر چسپاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا شمس الدین کی دعا سے ایک گوشہ نشین بزرگ کے حکم سے قلعہ فتح ہونے کی پیش گوئی کی گئی۔ یہ حکایت سیر الاولیاء صفحہ ۷۵ پر سلطان

---

۵۱ تاریخ فیروز شاہی

۵۲ نظام تعلیم و تربیت جلد اول صفحہ ۱۳۰ مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم

المشائخ کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے لیکن اس کا تعلق سلطان التمش کے عہد سے ہے جب کہ قلعہ رنتھنبور یا قلعہ کالنجر کا محاصرہ جاری تھا اور سلطان بہت پریشان تھا۔ اس پیش گوئی پر سلطان نے مولانا شمس الدین کو نظر بند کرا دیا اور جب پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی تو آپ کو بہت سا انعام و اکرام اور بدایوں میں جاگیر عطا کی۔

واضح رہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ کا وصال ۶۹۰ھ یا خزینۃ الاصفیاء کی روایت کے مطابق ۶۷۹ھ میں ہوا۔ ان دونوں تاریخوں میں کسی قلعہ کے فتح ہونے کی شہادت نہیں ملتی پھر علاؤ الدین خلجی کی تخت نشینی ۶۹۵ھ میں ہوئی اور قلعہ چتوڑ کی فتح کا واقعہ ۷۰۳ھ میں رونما ہوا۔

غرض سطور بالا سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ کے متعلق بے شمار روایات وضع کرلی گئی ہیں، ان کے اصل حالات پردۂ اخفاء میں ہیں تاہم جس قدر حالات ملتے ہیں ان کے مطابق ان کے حالاتِ زندگی کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے :-

حضرت سراج العارفین مخدوم علی صابر کلیری ۱۹ ربیع الاول ۵۹۰ھ صبح صادق کے وقت موضع کھوٹو وال (علاقہ ملتان) میں پیدا ہوئے۔ جناب وحید مسعود نے اس تاریخ ولادت سے اختلاف کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

"روایتی طور پر حضرت کا سالِ ولادت ۵۹۰ھ ہے۔ کشفی تذکرہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ لیکن تقویم حاضر سے روایتی تاریخوں کا مقابلہ کرنے سے زیادہ سے زیادہ تین دہائیوں کا فرق نکلتا ہے اس فرق کی توجیہ نہیں کی جاسکتی سوائے اس کے کہ کشفی روایتی تاریخیں قیاسی ہیں۔ سال ولادت کا صحیح تعین اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ آٹھ برس کی عمر میں ان کی والدہ صاحبہ نے انھیں بابا صاحب کے سپرد کیا تھا۔ اب یہ کہ اس وقت بابا صاحب کہاں تھے اور کس حال میں تھے تحقیق طلب ہے دینی تعلیم، سیاحت اور مجاہداتِ دہلی کے دوران میں بابا صاحب ان کی نگرانی کرنے سے معذور تھے لہذا قرینِ عقل یہی ہے کہ وہ ان کی خدمت میں اس وقت لائے گئے جبکہ

وہ اطمینان کے ساتھ ہانسی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ہانسی میں ان کا قیام ۶۲۳ھ سے ۶۳۴ھ تک رہا ہے۔ اب اگر مخدوم صاحب کے آنے کا سال ۶۲۲ھ مان لیا جائے تو آٹھ برس کی عمر رکھنے کی وجہ سے ان کی پیدائش کا سال ۶۱۴ھ ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم" ۵۱

آپ کی والدہ محترمہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی حقیقی ہمشیرہ اور آپ کے والد ماجد حضور غوثِ اعظمؒ کے پوتے تھے۔ حضرت صابر شروع ہی سے ذہین طبیعت تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو قرآن شریف پڑھایا۔ آٹھ سال کی عمر ہوئی تو پاک پٹن میں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں لے آئیں۔ آپ نے ان کے بارے میں پیشین گوئی کی کہ یہ لڑکا آئندہ زندگی میں سراج الاولیاء ہونے والا ہے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو دینیات کی تعلیم دی اور ۶ رشوال ۶۰۳ھ کو اپنے ہاتھ پر بیعت کیا۔ حضرت صابرؒ کو ریاضت و مجاہدے سے بے انتہا دلچسپی تھی، آپ دن رات میں کئی رکعتیں نماز کی پڑھتے تھے۔ اور درود شریف کا ورد زبان پر جاری رہتا اور اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ اس عہد ریاضت میں آپ کی والدہ محترمہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت صابرؒ کو مساکین اور فقراء میں لنگر تقسیم کرنے پر مامور فرمایا۔ والدہ محترمہ کی مراجعت پر حضرت صابر نے لنگر خانے کا اہتمام حضرت نقیب الاشراف بہاؤالدین کے حوالے کر دیا اور خود ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے ذوقِ عبادت اور عشقِ الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ ہر لمحے میں سبحانہٗ تعالیٰ کی تقدیس و تمجید میں مصروف رہتے تھے اور کسی کام کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی صابر کو یادِ الٰہی سے غافل نہیں پایا اور اس کی زندگی میں شاید ہی کوئی ایسی رات گزری ہو جبکہ وہ ذکر و فکر میں مشغول نہ ہوا ہو۔ حضرت صابرؒ کی شادی کے متعلق بھی عجیب روایات ملتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ

---

۵۱ جمال صابری کلیسریؒ مرتبہ وحید احمد مسعود نظامی پریس بدایوں صفحہ ۹

محترمہ نے حضرت باباؒ کی چھوٹی صاحبزادی خدیجہ بیگم سے حضرت صابرؒ کی شادی کی درخواست کی۔ اس پر حضرت باباؒ نے جواب دیا کہ اس کی شادی نہ کیجیے، وہ ہرگز ان تعلقات کو پسند نہیں کرسکتا، کیونکہ ہر وقت اس پر ایک کیفیت طاری رہتی ہے اور جلال ربانی اس کے رُوئیں رُوئیں میں سمایا ہوا ہے۔ لیکن حضرت صابرؒ کی والدہ نہ مانیں۔ ان کے اصرار پر حضرت باباؒ نے اپنی لڑکی کی شادی ان سے کردی۔ شام کو جب عروس کو خلوت کدے میں بھیجا گیا تو حضرت صابرؒ پر اس وقت جبروتی کیفیات طاری تھیں۔ عروس محترم خاموش کھڑی ہوگئیں حضرت صابرؒ نے آنکھیں کھول کر فرمایا مَنْ اَنْتِ؟ (توکون ہے؟) صاحبزادی نے جواب دیا اَنَا زَوْجَتُکَ (میں آپ کی بیوی ہوں) اس پر حضرت صابر نے فرمایا اَللّٰہُ مُنَزَّۃٌ عَنِ الزَّوْجَۃِ (اللہ تعالیٰ بیوی سے پاک ہے) ابھی یہ الفاظ ختم نہ ہوئے تھے کہ دفعتہً زمین سے آگ پیدا ہوئی اور عروس محترم جل کر خاک ہوگئیں۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کو اور ان کی ہمشیرہ کو بے حد صدمہ ہوا۔ وہ اس صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے ۳ محرم ۶۵۰ھ کو راہیٔ ملکِ عدم ہوئیں۔

آپ کے متعلق اس قسم کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔ مثلاً جب آپ کلیر گئے تو جمعہ کی نماز کے لیے ایک مسجد میں گئے جہاں لوگوں نے انھیں باہر صحن کی طرف دھکیل دیا۔ حضرت صابرؒ کے تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے فوراً بعد مسجد گر گئی اور بے شمار نمازی شہید ہوگئے۔ اس کے بعد کلیر میں پلیگ کی وبا پھیل گئی جس سے لوگ دہشت زدہ ہوکر ترکِ وطن پر مجبور ہوگئے۔

حضرت مخدوم صابرؒ تقریباً چالیس برس کلیر[۱] میں رہے۔ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے اپنے خلیفہ حضرت امام الدین دمشقی کو تبلیغ کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ انھیں ایک ہندو سردار نے شہید کر دیا تھا۔ اس کی شہادت کے بیالیس سال کے بعد عہد ناصر الدین محمود میں حضرت بابا فریدؒ نے حضرت مخدوم صابرؒ کو یہاں متعین کیا تھا۔

۱؎ کلیر کب آباد ہوا اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اہلِ ہنود سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت نبویؐ سے قبل ۲۸۲ء میں دہلی کے راجہ کرمپال نے اس کو آباد کیا تھا۔ اس کا پہلا نام "ہردوار گڈھی پگ" تھا۔ اس کے لڑکے بکرم پال نے یہاں ایک مندر بھی بنوایا تھا۔ اس میں سونے چاندی کی مورتیاں بھی رکھی تھیں۔ یہ مندر اب بھی موجود ہے۔ ۶۰۰ء دراز کے بعد راجہ کرپال نے اسے فتح کر کے اس کا نام کلیر رکھا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قطب الدین کے عہد میں مسلمانوں نے اسے فتح کر لیا تھا۔